تعلیق 3[1]

اَمَانَات

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (النساء:58)

اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ۔ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔ یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ بے شک اللہ سنتا ہے، دیکھتا ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو اپنے بیان کردہ قاعدہ کی بنیاد بناتے ہیں۔ ایک تو اس لیے کہ سورۃ النساء کا یہ مقام اسلام کے "آئینی امور" سے متعلق پورے ایک مضمون کا آغاز ہے۔ دوسرا اس لیے کہ "سماجی حقوق و فرائض" کو "امانتیں" قرار دے کر ان کو اللہ کے حکم نامے میں درج کرنے، اور "عدل" سے ان کا رشتہ جوڑنے، نیز اللہ کے "سننے اور دیکھنے" سے ان کا رشتہ قائم کرنے کے حوالے سے یہ آیت بنیاد ہے۔ امام قرطبیؒ کہتے ہیں:

هَذِهِ الْآيَةُ مِنْ أُمَّهَاتِ الْأَحْكَامِ تَضَمَّنَتْ جَمِيعَ الدِّينِ وَالشَّرْعِ

یہ آیت امہات الاحکام میں سے ہے، اس میں دین اور شرع پورے کا پورا آگیا ہے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین نے زیادہ تر امراء کی ذمہ داریاں بحقِ رعایا اور رعایا کی ذمہ داریاں بحق امراء بیان کی ہیں، تاہم اس کی وسعت کا اندازہ اس سے کریں کہ قرطبیؒ حضراتِ براء بن عازب، ابن مسعود، ابن عباس اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم سے یہ تفسیر لاتے ہیں کہ یہ عام ہے ہر امانت کو ادا کرنے میں خواہ اس کا تعلق وضوء سے ہو، نماز سے ہو، زکواۃ سے، جنابت سے، روزہ، ماپ، تول اور لوگوں کو ادا کرنے والی اشیاء ایسے کسی معاملہ سے۔ ابن کثیرؒ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بھی لے کر آتے ہیں: کہ عورت کو اپنی شرمگاہ کو خاص اپنے خاوند کے لیے جس طرح سنبھالنا ہے، وہ بھی اس "امانت" میں آتا ہے۔

"ہمارا دستور" اِسی اسلوب میں بیان کیا جاتا ہے! ایک ہی جگہ پر خدا کی صفات کا بیان، وہیں پر ماپ تول اور عہد پورا کرنے کے مسئلے، وہیں پر شرمگاہوں کی حفاظت کا درج ہونا، وہیں پر جہاد اور رسول کی اطاعت۔ "دستور" کے بیان کا یہ اسلوب بھی شاید ہمیں بحال کرانا ہے!

---

[1] ابن تیمیہؒ کے متن میں دیکھئے فصل اول، حاشیہ 3

لفظ "امانت" کے حوالے سے قرآن میں ایک اور مشہور آیت ہے۔ "خلافت" وغیرہ کے باب میں مؤلفین اس آیت کا بھی بکثرت ذکر کرتے ہیں:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب:72)

بے شک ہم نے امانت کی پیش کش کی آسمانوں کو، زمین کو اور پہاڑوں کو، تو وہ اس کو اٹھانے سے انکار کر گئے، اور اس سے سہم گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظلم کرنے والا بڑا جہالت والا ہے۔

اِس کی تفسیر میں ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ و دیگر سلف کہتے ہیں: یہاں امانت سے مراد ہے "فرائض اور ذمہ داریاں"۔ ابن جریر طبریؒ بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں؛ کیونکہ دیگر تفاسیر اِسی میں فٹ ہو جاتی ہیں۔ "مکلف" ہونا، "ذمہ داری" اٹھانا انسان کے ساتھ خاص ہے، دیگر مخلوقات کا خدا کی 'ڈیوٹی' کرنا بالکل اور انداز کا ہے۔ "امانت" کے اندر "آزمائش" کا ایک معنٰی ہے۔ اس میں ایک طرح کا "اختیار" ہوتا ہے، البتہ یہ مطلق اختیار نہیں بلکہ یہ وہ اختیار ہے جس میں ایک "جوابدہی" ہے اور اس کی بنیاد پر باقاعدہ جزاء وسزاء ہے۔ پس یہاں سے وہ پورا تصور آ گیا جو کرۂ ارض پر بنی آدم کے کردار، غایت اور انجام نیز اس کی سرگرمی کی طبیعت اور نوعیت کا تعین کرے، اور جو کہ بنی آدم کی اس جانشینی کو جو "إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" میں بیان ہوئی، خوب اُجلا کر دیتا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی اِس آیت میں "ذمہ داری" اور "اختیار جس میں جوابدہی ہو اور جس پر جزاء وسزا ہو" (الْأَمَانَةَ) نسبتاً ایک زیادہ عمومی سیاق رکھتا ہے۔ جبکہ سورۃ النساء کی آیت میں جو اس سے پہلے گزری، (الْأَمَانَات) کا سیاق اُن "ذمہ داریوں" اور "اختیارات" سے زیادہ متعلقہ نظر آتا ہے جو جماعت (سوسائٹی) کے آپس ہیں۔ چنانچہ ابن تیمیہؒ نے اسی پر اپنے پورے مقالہ کی بِنا اٹھائی۔

یہ چیز جو قرآن مجید میں "امانت" یا "امانات" کے نام سے ذکر ہوئی، جدید جاہلیت کے مقابلے پر دو پہلوؤں سے ہماری توجہ چاہتی ہے:

1. پہلی یہ کہ یہ "جوابدہی" ہے۔ یوم الدین۔ بادشاہِ کائنات کے دربار میں زمین کے سب وسائل، مواقع، قوتوں، صلاحیتوں اور اختیارات کے معاملہ میں حساب کتاب کے لیے پیش ہونا۔ یعنی یہ کوئی آزاد (لبرل) مخلوق نہیں، بلکہ اس کو ایک ایسی جوابدہی کا بار اٹھوا رکھا گیا

ہے جس کے تصور سے آسمان، زمین اور پہاڑ کانپ گئے تھے۔ مزید بر آں، بادشاہِ عادل کے ہاں جوابدہی اُس وقت تک ناقابلِ تصور ہے جب تک وہ رعایا پر اپنے احکام اور قوانین واضح نہ کر چکا ہو۔ یہاں سے اِس جوابدہی کی بنیاد رسالت ہو گئی (بر خلافِ معتزلہ، جو جوابدہی کی بنیاد عقل کو مانتے ہیں)[2]۔ "رسالت" کے سوا "قانون" کا کوئی سر چشمہ نہیں۔ جوابدہی ہو گی تو صرف اس بنیاد پر: قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کافروں کے دوزخ میں داخل ہونے کا منظر دکھایا گیا ہے جہاں داروغے ان کو صرف ایک بات پوچھتے ہیں: "کیا خدا کے بھیجے ہوئے تمہارے پاس نہ آئے تھے"؟ پس "رسالت" ہی "قانون" ہے۔ "بادشاہ" ایک رسالت کا نسخ کر کے دوسری رسالت لے آئے تو جانتے بوجھتے ہوئے پرانی رسالت (یعنی خود اُسی کے دربار سے صادر ہونے والے مگر اب منسوخ قانون) پر چلنے والے بھی اُس کے ہاں پکڑے جانے والے ہیں (کجا یہ کہ قانون صادر کرنے والا "دربار" ہی وہ زمین پر لے آئیں اور عرش کو اپنے یہاں سے فارغ خطی دے دیں! اس سے بڑا کفر زمانے میں کبھی نہ ہوا ہو گا)۔ پس یہ "امانت" بیک وقت دو پہلو سے ہوئی: ایک خدا کے آگے جوابدہی۔ دوسرا، سب وسائل اور اختیارات میں "خدا کے نازل کردہ" کے مطابق تصرف کرنا۔ "امانت" کا مطلب ہی یہ ہے کہ آدمی بظاہر ایک چیز کا مالک ہو مگر درحقیقت وہ کسی اور کی ہو جسے وہ کسی وقت واپس لے لینے والا ہو: وہ "انجام" سے غافل ہو تو اس (امانت) کے معاملہ میں جیسے مرضی گلچھرے اڑائے لیکن "انجام" سے آگاہ ہو تو اس میں اپنا اختیار معدوم جانے۔ پس نعمتوں، آسائشوں، وسائل اور اختیارات سے لدی ہوئی اِس زمین کو، جو کہ درحقیقت ایک پھندا ہے،[3] کافر کی نظر سے دیکھیں تو اس پر سب سے زیادہ جچنے والا لفظ "لبرلزم" ہو گا (ہمارا اندازہ ہے کافر خدا کی زمین پر اپنے

---

[2] کم از کم جوابدہی کو مانتے ہیں اور اس جوابدہی سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہیں جانتے ("عقل" اور "رسالت" کے حوالے سے انکا جدل بھی خاصی حد تک فلسفیانہ ہے، عملاً اور ایک عمومی معنیٰ میں رسالت کا اتباع کرنے والے لوگ ہی ہیں۔ یہ 'انسپائریشن' صرف 'جدید معتزلہ' کو ہوئی کہ وہ اِس "جوابدہی" میں صرف نماز روزہ ایسی چند عبادات، کوئی دوڈھائی درجن 'سنتوں' اور اخلاق کو رکھ کر باقی معاملات میں اس کو "جوابدہی" سے آزاد کر دیں!

[3] إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا (الکھف 7، 8)
"جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لئے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔ آخر کار اِس سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں"

تصرف کے لیے اِس سے زیادہ صریح اور برہنہ لفظ شاید کبھی نہ لا سکے گا)۔ جبکہ وسائل، امکانات اور اختیارات سے لدی ہوئی اِس دنیا کو مومن کی نظر سے دیکھیں تو اس کے لیے ''امانت'' سے بڑھ کر کوئی لفظ مناسب نہ ہو گا۔ پھر کیوں نہ ہو تا کہ اسے سن کر آسمان اور زمین اور پہاڑ کانپ اٹھتے؛ البتہ انسان کی ہمت کہ اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا! إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا... لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔ یہ وجہ ہے کہ ''خلافت'' جو کہ زمین کے وسائل اور اختیارات سے بحث کرنے والا ایک مضمون ہے، کو ہمارے بہت سے علماء نے اِسی ''امانت'' کے تحت لا کر بیان کیا ہے۔

2. دوسری بات یہ کہ: وہ اشیاء جن کو ہم آج کی مستعمل زبان میں سماجی رشتے، باہمی حقوق و فرائض، آئینی اختیارات اور قانونی حیثیتیں کہتے ہیں وہ کوئی 'سوشل کونٹریکٹ' نہیں۔ یعنی وہ اپنی ''پابند کن حیثیت'' binding status اِس نقطہ سے نہیں لیتے کہ یہ اشیاء انسانوں نے آپس میں طے کر لی ہیں، بلکہ وہ اپنی یہ ''پابند کن حیثیت'' اِس نقطہ سے لیتے ہیں کہ یہ خدا کے مقرر ٹھہرائے ہوئے شرعی حقوق و واجبات اور اُس کے بخشے ہوئے اختیارات ہیں۔ یعنی ''الأمانات''۔ بلاشبہ خدا نے ایک دائرہ اپنے بندوں کے لیے بھی رکھ چھوڑا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اور اپنی آسودگی کو دیکھ کر حقوق، فرائض، معاملات اور اختیارات کو آپس میں طے کریں، لیکن اس دائرہ کو بھی ایک تو اس بنیاد پر لینا ہو گا کہ یہ شریعت کا دیا ہوا دائرہ ہے نہ کہ کوئی مطلق دائرہ (''لبرلزم'' ہر معنیٰ میں کفر ہے اور ہر حال میں واجبِ جنگ)۔ دوسرا، مسلسل یہ نظر رکھی جائے گی کہ معاملہ کہیں شریعت کی حدوں سے نکل تو نہیں رہا: الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، وَأَحَلَّ حَرَامًا۔[4]

ہر دو مبحث کو آئندہ تعلیقات میں کھولا جائے گا، ان شاء اللہ

---

4 مفہوم: ''مسلمان اپنے مابین شروط طے کرنے میں آزاد ہیں، سوائے ایسی شرط کے جو حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال''۔ یہ فقہاء کے ہاں متفقہ قاعدہ اور مقولہ تو یقیناً ہے کیونکہ شریعت کے اصولوں کی قطعی دلالت یہی ہے۔ البتہ الفاظ کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ متعدد روایات میں یہ بطورِ حدیث بھی وارد ہوا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد رقم 3594، مسند أحمد 8784، المعجم الكبير للطبراني 30، ۔ البانیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ اس کو صحیح کہا ہے: الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ... الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحاً أَحَلَّ حَرَاماً أَوْ حَرَّمَ حَلَالاً، دیکھئے: إرواء الغليل رقم 1303، صحيح الجامع الصغير وزيادته رقم 3862)